بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جس دم شرف اندوزِ شہادت ہوئے عباسؑ ۱ غل تھا کہ نثارِ سرِ حضرت ہوئے عباسؑ
آقا کے قدم چوم کے رخصت ہوئے عباسؑ جعفرؑ کی طرح داخلِ جنت ہوئے عباسؑ
تصویر جو نظروں سے چھُپی شیرِ خدا کی
صدمے سے کمر جھک گئی شاہِ شہدا کی

اکبرؑ سے کہا جانِ پدر ہم نہ جئیں گے ۲ جینے نہیں دے گا ہمیں یہ غم، نہ جئیں گے
پائیں گے نہ اِس داغ کا مرہم، نہ جئیں گے بے دم ہوئے عباسؑ، اب اک دم نہ جئیں گے
بھائی کو نہ بھائی سے جدا کیجیو بیٹا
میری بھی یہیں قبر بنا دیجیو بیٹا

اس وقت ہے سینے میں کلیجہ تہ و بالا ۳ اس طرح کا ملتا ہے کوئی چاہنے والا
زینت مِرے لشکر کی، مِرے گھر کا اجالا بھائی بھی وہ بھائی جسے آغوش میں پالا
مرتے ہوئے جس وقت مجھے پیار کیا تھا
بابا نے مرے ہاتھ میں ہاتھ اُس کا دیا تھا

۴ اے لعل کسے ملتا ہے ایسا دُرِ شہوار
فرمایا تھا اس میری امانت سے خبردار
دنیا سے گیا ہائے علمدارِ خوش اَطوار
ہے ہے مِرا شیدا، مِری راحت کا طلبگار
اب خلق میں ترسیں گے زیارت کو علیؑ کی
ہم ہاتھوں سے کھو بیٹھے امانت کو علیؑ کی

۵ ڈیوڑھی پہ کھڑی نہر کو تکتی ہے بہ صد یاس
یہ قتل ہوئے اور نہ سکینہؑ کی بجھی پیاس
سُن پایا تو مرجائے گی وہ بیکس و بے آس
اس کو یہ توقّع تھی کہ اب آتے ہیں عباسؑ
ماتم کا جو حق ہے وہ ادا ہو نہیں سکتا
عباسؑ کو چلّا کے بھی میں رو نہیں سکتا

٦ جب کٹ گئے بازو ہمیں اس وقت پکارا
پانی بھی بہا، خوں بھی بہا جسم سے سارا
نیزہ مِری چھاتی پہ نہ جلا د نے مارا
گھوڑے سے گرا خاک پہ ہے ہے مِرا پیارا
اس بھائی پہ قربان نہ ہم ہو گئے ہے ہے
پہلے مِرے بازو نہ قلم ہوگئے ہے ہے

۷ دریا پہ لٹی حیدرؑ صفدر کی کمائی
اُس نے مِرے بچوں کے لئے مشک اٹھائی
ہم جیتے ہیں اور قتل ہوا شیر سا بھائی
افسوس ہے پہلے نہ ہماری اجل آئی
عباسؑ کے مرتے ہی اجل پیشِ نظر ہے
بابا کو سنبھالو کہ ہمارا بھی سفر ہے

۸ قدموں پہ جھکے گاہ، کبھی ہاتھوں کو جوڑا
بچپن سے کبھی منہ مِری خدمت سے نہ موڑا
بتّیس برس بعد ہمیں بھائی نے چھوڑا
اس عالمِ پیری میں کمر کو مری توڑا
کھیتی ہوئی پامال، لٹا باغ علیؑ کا
تازہ ہوا پھر آج ہمیں داغ علیؑ کا

عاشق تھے برادر کا الم دیکھ نہ سکتے ۹ جو دیکھتے ہیں ہم وہ ستم دیکھ نہ سکتے
تیغوں سے مِرے ہاتھ قلم دیکھ نہ سکتے وہ ہم کو تہِ تیغِ دو دم دیکھ نہ سکتے
کچھ رنج یہ تقدیرِ برادر میں لکھا تھا
یہ داغ ہمارے ہی مقدر میں لکھا تھا

کیا کیا نہ مِرے امر میں کی شمر سے تقریر ۱۰ کس غصے سے کہتے تھے کہ او ظالمِ بے پیر
سَو بیٹے نثارِ قدمِ حضرتِ شبیرؑ کیا مال ہے سالاری و سرداریٔ و جاگیر
سالک نے بھی چھوڑا ہے کہیں راہِ خدا کو
قبلہ سے پھراتا ہے رخِ قبلہ نما کو

عاشق کہیں معشوق سے کرتے ہیں کنارا ۱۱ بلبل کو کبھی گُل کی جدائی ہے گوارا
قمری کو بجز سروِ چمن کون ہے پیارا گردن سے کبھی طوقِ غلامی نہ اتارا
سر تن سے جدا ہو پہ نہ جانانہ جدا ہو
اندھیر ہے گر شمع سے پروانہ جدا ہو

کعبے کو کوئی چھوڑ کے جاتا ہے سوئے دَیر ۱۲ ہوں قتل تو ہو جائے مِرا خاتمہ بالخیر
دوزخ میں چلے کوئی کہ جنت کی کرے سیر منصف ہو، عزیز اپنے کہاں اور کہاں غیر
کون اور مرا خلق میں بھائی سے سوا ہے
یا حضرتِ شبیرؑ ہیں یا شیرِ خدا ہے

اے شمر! امامِ ازلی ہے مِرا آقا ۱۳ لختِ دلِ زہراؑ و علیؑ ہے مِرا آقا
سیّد ہے، ولی ابنِ ولی ہے مرا آقا شمعِ حرمِ لم یزَلی ہے مرا آقا
منہ قبلۂ ایماں سے بھی موڑا ہے کسی نے
آقا کو بُرے وقت میں چھوڑا ہے کسی نے

فرزندِ محمدؐ ہے مرا مالک و مختار ۱۴ فرمائیں تو دریا میں ابھی ڈال دوں رہوار
کہہ دیں تو ابھی کود پڑوں آگ میں اک بار گر حکمِ وغا دیں تو کروں لاکھوں سے تلوار
رستم ہوں تو اُن کا ہوں، جو صفدر ہوں تو اُن کا
بندہ ہوں تو اُن کا، جو برادر ہوں تو اُن کا

عباسؑ سا دل سوز میں پاؤں گا کہاں ہائے ۱۵ یوں مجھ سے چھٹا ہائے مرا مرتبہ داں ہائے
بے دست ہوا حیدرِ صفدر کا نشاں ہائے سوتا ہے ترائی میں مرا شیر جواں ہائے
اس زیست سے آجائے اجل کاش ہماری
عباسؑ کے پہلو میں رہے لاش ہماری

یہ کہہ کے تڑپتے تھے اِدھر سیّدِ ابرار ۱۶ اور واں دُہلِ فتح بجاتے تھے ستمگار
تھا شور کہ دریا پہ ہوا قتل علمدار فرزندِ یداللہ کے بازو ہوئے بیکار
اب وہ نہیں جس سے ہمیں اندیشۂ جاں تھا
بس فوجِ حسینی میں یہی ایک جواں تھا

اس سرو سے تھی رونقِ گلزارِ شجاعت ۱۷ چہرے سے عیاں ہوتے تھے آثارِ شجاعت
دکھلا گیا وہ شیر جو تھے کارِ شجاعت اب سرد ہوئی گرمئ بازارِ شجاعت
سب یوں تو بہادر ہیں پہ وہ طَور نہیں ہے
ویسا تو اُولوالعزم کوئی اور نہیں ہے

اب دیر ہے کیا گھیر کے شبیرؑ کو مارو ۱۸ ہاں ابنِ یداللہ کا سر تن سے اتارو
جو بھاگے ہیں عباسؑ سے، اُن کو بھی پکارو بیکس پہ چڑھائی کا یہی وقت ہے یارو
عباسؑ کو مارا، انھیں بے سر نہیں کرتے
سب کھینچ کے تیغیں یہ مہم سر نہیں کرتے

فرزندِ محمدؐ کا گلا کاٹنے جاؤ ۱۹ شمعِ لحدِ شیرِ الٰہی کو بجھاؤ
ہاں قبر میں خاتونِ قیامت کو رُلاؤ روکے گا کوئی تم کو یہ خاطر میں نہ لاؤ
بے یارو مددگار شہنشاہِ اُمم ہیں
ہم شکلِ پیمبرؐ نے پکارا ابھی ہم ہیں

بہتر نہیں یہ لاف و گزاف اے سپہِ شام ۲۰ کٹ جاؤ گے جس وقت چلے گی مِری صمصام
پوتا ہوں علیؑ کا، علی اکبرؑ ہے مِرا نام تنہا نہیں مخدومۂ عالم کا گُل اندام
اکبرؑ سا ابھی صاحبِ شمشیر ہے باقی
اک شیر ہوا قتل تو اک شیر ہے باقی

گھبرا کے لگے دیکھنے منہ بیٹے کا شبیرؑ ۲۱ فرمایا کہ کہنے دو جو کچھ کہتے ہیں بے پیر
بہتر ہے مناسب ہے، مرے قتل کی تدبیر رکھ دے گا حسینؑ اپنا گلا خود تہِ شمشیر
اک بھائی مَرے، ایک جیے سخت الم ہے
عباسؑ کے ماتم میں کسے جان کا غم ہے

مظلوم کے فرزند ہو، غصے میں نہ آؤ ۲۲ بابا کے لئے آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ
یہ مشک و علم لے کے تم اب خیمے میں جاؤ گھر لٹنے نہ دو چادرِ زینبؑ کو بچاؤ
تیغوں سے نہ بابا کو بچانے کو اب آنا
آنا تو مِری لاش اٹھانے کو اب آنا

اکبرؑ تمھیں دنیا میں رکھے خالقِ اکبر ۲۳ تم ہوگے تو بچ جائے گا لٹنے سے مِرا گھر
زینبؑ نہیں خیمے سے نکلنے کی کھُلے سر غربت میں ہمیں غسل و کفن ہوگا میسّر
جب شیر سے آؤ گے تو ہٹ جائیں گے اعدا
گھوڑے نہ مِری لاش پہ دوڑائیں گے اعدا

۲۴ کی عرض یہ بندے سے نہ فرمایئے یا شاہ
تھرّا گئے سن کر یہ سخن اکبرِؑ ذی جاہ
اُس دن کو زمانے میں نہ رکھے مجھے اللہ
میں آپ پہ دیکھوں ستمِ لشکرِ گمراہ
حضرت کو قسم دیتا ہوں محبوبِ خدا کی
اب مجھ کو رضا دیجئے میدانِ وغا کی

۲۵ بچپن سے جو قدموں سے نہ چھوٹا وہ کدھر جائے
کس طرح غلام آپ کو یاں چھوڑ کے گھر جائے
اٹھارہ برس تک جسے پالا ہے وہ مرجائے
کٹوا کے گلا باپ زمانے سے گزر جائے
بے سر دیئے ممکن ہے کہ قدموں سے جدا ہوں
غیر آپ پہ قربان ہوں اور ہم نہ فدا ہوں

۲۶ صدمے سے ہوا شہ کا کلیجہ تہ و بالا
رخصت کا جو اکبرؑ نے سخن منہ سے نکالا
ہاتھوں سے کمر چھوڑ دی اور دل کو سنبھالا
فق ہو گئے گویا کہ لگا قلب پہ بھالا
حالت ہوئی تغییر شہنشاہِ زمن کی
کی آہ اک ایسی کہ زمیں ہل گئی رن کی

۲۷ کیا تم بھی نہیں رہنے کے اب پاس ہمارے
فرمایا تڑپ کر کہ یہ کیا کہتے ہو پیارے
بتلاؤ یہ مظلوم جیئے کس کے سہارے
جن سے مجھے قوت تھی وہ دنیا سے سدھارے
فرزندِ جواں باپ کی قوت کا سبب ہے
پیری کا عصا ہاتھ سے چھوٹا تو غضب ہے

۲۸ جاگا ہوا راتوں کا اب آرام سے سویا
تصویرِ یداللہ کو ان ہاتھوں سے کھویا
جی بھر کے ابھی بھائی کو اپنے نہیں رویا
وہ قتل ہوا کیا، ہمیں اب مرگئے گویا
اب جاتی ہے تصویرِ پیمبرؐ مرے گھر سے
بھائی سے جدا ہو کے بچھڑتا ہوں پسر سے

گھیرے ہے اجل بانوئے بے پر کے پسر کو ۲۹ اُمّت پہ فدا کر چکے شبرؑ کے پسر کو
سب چھوڑے چلے جاتے ہیں حیدرؑ کے پسر کو اب بھائی کو روؤں کہ برابر کے پسر کو
مقتل میں مرے قتل کی باری نہیں آئی
سب مرتے ہیں اور موت ہماری نہیں آئی

خوں نابِ جگر نرگسی آنکھوں سے بہایا ۳۰ حضرت کا سخن سن کے دل اکبرؑ کا بھر آیا
کی عرض کہ حق سر پہ رکھے آپ کا سایا آداب سے سر پائے مبارک پہ جھکایا
خیمے کی طرف فوجِ ستم جاتی ہے بابا
رونے کی سکینہؑ کے صدا آتی ہے بابا

ناموس کی عزت کو رکھے ایزدِ باری ۳۱ ایسا نہ ہو خیمے میں دھنسے لشکرِ ناری
اب تا بہ کجا لاش پہ یہ گریہ و زاری عمّو کی تو داخل ہوئی جنت میں سواری
ایسے نہیں بچھڑے ہیں کہ پھر آن ملیں گے
محشر کے سوا اب نہ چچا جان ملیں گے

اب چل کے وہیں روئیں گے عباسؑ علی کو ۳۲ سنتا ہوں کہ خیمے میں غش آتا ہے پھوپی کو
عباسؑ کا پُرسہ ابھی دینا ہے چچی کو دکھلائے خدا داغ نہ وارث کا کسی کو
عمو ہی کا دم غش میں بھی بھرتی ہے سکینہؑ
اب دیکھیئے بچتی ہے کہ مرتی ہے سکینہؑ

اور پکڑے کمر پیچھے چلے سبطِ پیمبرؐ ۳۳ آگے ہوئے اکبرؑ علم و مشک کو لے کر
اللہ کو سونپا ترے لاشے کو برادر مڑ مڑ کے سوئے لاش یہ چلّاتے تھے سرور
ہم چاک گریبان کئے جاتے ہیں بھائی
اکبرؑ ہمیں خیمے میں لئے جاتے ہیں بھائی

شرمندہ ہوں بھاوج کو منہ اپنا نہ دکھاتا ۳۴ تنہا میں تمھیں چھوڑ کے خیمے میں نہ جاتا
روتی ہے سکینہؑ مجھے کچھ بن نہیں آتا خنجر سے گلا میں بھی یہیں اپنا کٹاتا
کم حشر کے دن سے یہ تلاطم نہیں بھائی
خیمے میں علم جاتا ہے اور تم نہیں بھائی

سمجھاؤں میں کس بی بی کو، دوں کس کو دلاسا ۳۵ بتلاؤ سکینہؑ تمھیں پوچھے تو کہوں کیا
کیا اس سے کہوں جب کہے کیا ہو گئے بابا خیمے میں جو ہے چاند سا فرزند تمھارا
تم نہر سے کوثر کے کنارے گئے عباسؑ
میں کہہ نہیں سکنے کا، کہ مارے گئے عباسؑ

میں پاس ہوں بیٹا، نہیں تنہا ترا بھائی ۳۶ ناگاہ صدا حیدرِؑ صفدر کی یہ آئی
موجود ہے یاں احمدؐ مختار کی جائی مخدومۂ عالم نے یہ آواز سنائی
سایہ تنِ بے دست پہ چادر کا کیے ہوں
میں لاشۂ عباسؑ کو گودی میں لئے ہوں

مارا گیا بھائی، صفِ ماتم کو بچھائے ۳۷ تم جاؤ کہ زینبؑ نہ کھلے سر نکل آئے
بیوہ ہوئی بھاوج، اسے رنڈسالہ پنہائے عباسؑ کے فرزند کو چھاتی سے لگائے
اس سِن میں وہ لُوٹی گئی، غم کھاتی ہوں میں بھی
پُرسا اُسے دینے کے لئے آتی ہوں میں بھی

یاں جمع تھے ڈیوڑھی پہ حرم کھولے ہوئے سر ۳۸ مادر کی صدا سن کے چلے خیمے کو سرور
زینبؑ نے کہا کیا نہیں عباسِؑ دلاور غل پڑ گیا لو مشک و علم لاتے ہیں اکبرؑ
فضّہ نے کہا ہاں وہ خوش اطوار نہیں ہے
سردار تو آتا ہے، علمدار نہیں ہے

زینبؑ نے کہا دیکھ تو ہے بھائی کا کیا حال ۳۹ وہ بولی کہ ہے خاک بسر فاطمہؑ کا لال
صدمے سے کمر خم ہے اور آنکھوں پہ ہے رومال چلّاتے ہیں افسوس علمدارِ خوش اقبال
گرتے ہیں تو اٹھا نہیں جاتا شہِ دیں سے
اکبرؑ جو اٹھاتے ہیں تو اٹھتے ہیں زمیں سے

فضّہ سے یہ سننا تھا کہ بس پڑ گیا ماتم ۴۰ سر پیٹتی خیمے میں گئی زینبؑ پُر غم
عباسِؑ علمدار کی زوجہ میں نہ تھا دم سب بیبیاں حلقے میں لئے تھیں اسے باہم
وہ کہتی تھی وارث مِرا کام آیا ہے لوگو
میں سمجھی رنڈاپے کا پیام آیا ہے لوگو

روتے ہوئے اتنے میں امامِ اُمم آئے ۴۱ پیچھے علی اکبرؑ لئے مشک وعلم آئے
زینبؑ سے کہا لو بہن اسبابِ غم آئے لشکر کی جو رونق تھی اُسے کھو کے ہم آئے
پہنچا لبِ کوثر تو علمدار ہمارا
دنیا میں نہیں کوئی بھی غمخوار ہمارا

گاڑا جو علم صحن میں، غم چھا گیا سب پر ۴۲ سب بیبیوں نے زیرِ علم کھول دیئے سر
دامانِ علم خونِ علمدار سے تھا تر اک شور پڑا ہائے علمدارِ دلاور
سر پیٹ کے ہاتھوں سے بلکتی تھی سکینہؑ
تیروں سے چھدی مشک کو تکتی تھی سکینہؑ

صدمہ تھا عجب بیبیوں کی جانِ حزیں پر ۴۳ چھائی تھی اُداسی علمِ سرورِ دیں پر
جب خون پھریرے سے ٹپکتا تھا زمیں پر گرتا تھا فلک غم کا شہِ عرش نشیں پر
پھاڑا تھا گریباں جو شہنشاہِ اُمم نے
ماتم کے لئے ہاتھ نکالا تھا علم نے

۴۴ عباسؑ کی بُو اُس سے چلی آتی تھی پیہم
ہلتا تھا ہوا سے کبھی دامن کبھی پرچم
ہے ہے مرے والی، مرے مونس، مرے ہمدم
چلّاتی تھی یوں زوجۂ عباسؑ بہ صد غم
صورت بھی سکینہؑ کو دکھاتے نہیں صاحب
گھر میں علم آیا ہے تم آتے نہیں صاحب

۴۵ کہتے تھے یہ آنکھوں سے پھریرے کو لگا کر
کیا خوش تھے کہ ہاتھ آئی علمداریٔ سرور
بھائی نے مجھے آج کیا ثانیٔ جعفرؑ
صاحب مرے آقا پہ تصدُّق ہے مرا سر
ہے ہے شہِ والا کی کمر توڑ گئے تم
جنت میں سدھارے، یہ علم چھوڑ گئے تم

۴۶ رخ زرد تھا، دل کانپتا تھا سینے کے اندر
گھبرا گیا غل سن کے یہ عباسؑ کا دلبر
اس بھیڑ میں بابا کو لگا ڈھونڈنے آکر
گردن میں تو تھیں ہنسلیاں اور کانوں میں گوہر
کہتا تھا کدھر مجھ سے نہاں ہیں مرے بابا
امّاں کسے روتی ہو، کہاں ہیں مرے بابا

۴۷ حضرت تو سلامت ہیں، ہوئی کس سے جدائی
کہتی ہیں پھوپی کس کو کہ ہے ہے مرے بھائی
دریا پہ تو بابا نے بڑی دیر لگائی
بیکس ہے کوئی، لاش ہے جس کی نہیں آئی
بیتاب ہے دل سینے میں، گھبراتے ہیں امّاں
بابا کی خبر لینے کو ہم جاتے ہیں امّاں

۴۸ دریا پہ کہیں اُن سے لڑائی نہ ہوئی ہو
تنہا پہ ہزاروں کی چڑھائی نہ ہوئی ہو
بابا کے سروتن میں جدائی نہ ہوئی ہو
برباد یداللہ کی کمائی نہ ہوئی ہو
کیوں لا کے علم صحن میں گاڑا ہے چچا نے
کیوں اپنے گریبان کو پھاڑا ہے چچا نے

عباسؑ کی میداں سے اب آئے گی سواری　۴۹　ماں بولی کہ تم کس لئے گھبراتے ہو واری
اب تن سے نکل جانے کو ہے جان ہماری　　وہ کہتا تھا کیوں کر نہ کریں گریہ و زاری
تنہا کبھی گھر میں شہِ والا نہیں آئے
یہ کیا کہ علم آیا ہے بابا نہیں آئے

امّاں یہ وہی ہے علمِ سیّدِ والا　۵۰　کاندھے پہ جسے رکھ کے گئے تھے مِرے بابا
بتلاؤ تو یہ مشک سکینہؑ کی نہیں کیا　　بُو آتی ہے بابا کی تڑپتا ہے کلیجہ
گر اُن پہ نہیں تیر چلے فوجِ عدو سے
یہ سبز علم سرخ ہوا کس کے لہو سے

زینبؑ نے اُسے زیرِ علم لاکے بٹھایا　۵۱　یہ سنتے ہی سب بی بیوں نے شور مچایا
عُریاں کرو سر کو، کہ اٹھا باپ کا سایا　　اور پھاڑ کے کرتے کا گریباں یہ سُنایا
پیٹو کہ علمدار سفر کر گیا بیٹا
ماں رانڈ ہوئی، باپ ترا مر گیا بیٹا

فریاد ہے اعدا نے مِرے باپ کو مارا　۵۲　سر پیٹ کے ہاتھوں سے وہ معصوم پکارا
جو پالنے والا تھا وہ دنیا سے سدھارا　　اب آس رکھیں کس کی، رہا کون ہمارا
اب بیکسی و غم کی گھٹا چھا گئی ہم پر
بچپن میں یتیمی کی بلا آگئی ہم پر

بن بھائی کے آقا ہوئے وا حسرت و دردا　۵۳　بے جاں مِرے بابا ہوئے وا حسرت و دردا
ہم بیکس و تنہا ہوئے وا حسرت ودردا　　ہم میں سے پدر کیا ہوے وا حسرت و دردا
رونے کو نہ ہوگا تنِ صد پاش پہ کوئی
چل کر ہمیں قربان کرے لاش پہ کوئی

عمّو تو مِرے باپ کا لاشہ بھی نہ لائے ۵۴ وہ چاند سی تصویر ہمیں کون دکھائے
دریا کی ترائی کی کوئی راہ بتائے　لاشے پہ پدر کے یہ پسر رونے کو جائے
تربت میں ابھی تو نہ گڑے ہوویں گے بابا
جلتی ہوئی ریتی پہ پڑے ہوویں گے بابا

معصوم کے اس بین سے برپا ہوا کہرام ۵۵ یوں کہنے لگے بی بیوں سے اکبرِ گلفام
اب صبر کرو صبر، یہ ہے صبر کا ہنگام　درپیش ہمیں بھی ہے شہادت کا سرانجام
پُرسہ مِرا دے کر شہِ ابرار کو رونا
اب ساتھ ہمیں اور علمدار کو رونا

گھبرا کے یہ بانوؒئے دل افگار پکاری ۵۶ امّاں نہیں جینے کی، یہ کیا کہتے ہو واری
اکبرؑ نے کہا جان نہیں باپ سے پیاری　اب قطع کریں آپ محبت کو ہماری
روکوگی اگر ہم کو تو لٹ جاؤ گی اماں
زہراؑ کے جگر بند سے چھُٹ جاؤ گی اماں

ہے سبطِ پیمبرؐ پہ عجب صدمۂ جانکاہ ۵۷ خود لے کے چلو مجھ کو حضورِ شہِ ذی جاہ
منّت سے کرو عرض کہ اے ابنِ یداللہ　بھیجو علی اکبرؑ کو میانِ صفِ جنگاہ
یاں صبح سے خاتونِ جناں روتی ہے اماں
اولاد اسی دن کے لئے ہوتی ہے اماں

بانوؑ نے کہا مجھ کو نہ سمجھاؤ، بلا لوں ۵۸ کیوں کر تری رخصت کا سخن منہ سے نکالوں
کھوؤں اُسے، اٹھّارہ برس تک جسے پالوں　میں دل کو سنبھالوں کہ کلیجے کو سنبھالوں
ٹھہرو کہ دم اُکھڑا ہوا سینے میں ٹھہر جائے
ایسی نہ کرو بات کہ مادر ابھی مرجائے

ممکن ہے کوئی دولتِ اولاد کو کھوئے؟ ۵۹ ماں جیتی رہے اور پسر قبر میں سوئے
اکبرؑ نے کہا حشر بپا خیمے میں ہوئے تم روؤنہ بیٹے کے لئے فاطمہ روئے
پر دل میں جو ٹھانی ہے وہ کر جائیں گے ہم بھی
بابا نہیں جینے کے تو مر جائیں گے ہم بھی

روکا جو ہمیں سیدِ اکرم کو بھی روکو ۶۰ زاری نہ کرو دیدۂ پُرنم کو بھی روکو
لختِ دلِ مخدومۂ عالم کو بھی روکو بابا کو اگر روک سکو ہم کو بھی روکو
یہ کہہ کے گرا قدموں پہ ہم شکلِ پیمبرؐ
مادر نے کہا خیر، سدھارو علی اکبر

خوش ہوکے چلا خیمے سے بانوؑ کا وہ دلدار ۶۱ سب رہ گئے روتے حرمِ سیدِ ابرار
اعدا سے کہا جاکے کہ اے فرقۂ اشرار بابا مِرے شبیرؑ ہیں، کونین کے مختار
جوہر ہیں جواُن میں وہ زمانے پہ عیاں ہیں
تیغ ان پہ نہ کھینچو کہ یہ خود سیفِ زباں ہیں

آفاق میں ہوتے نہ اگر پنجتنِ پاک ۶۲ فرماتا ہے خالق، نہ زمیں ہوتی، نہ افلاک
کس شخص کے نانا کا لقب ہے شہِ لولاک جب نورِ خدا اُٹھ گیا پھر کیا ہے بجز خاک
اللہ و محمدؐ کے جو پیارے ہیں تو یہ ہیں
بالائے زمیں عرش کے تارے ہیں تو یہ ہیں

سب خلق پہ احساں ہیں شہ عرش نشیں کے ۶۳ ماحی ہیں یہی کفر کے، بانی یہی دیں کے
تلوار سے پر کاٹے ہیں جبریلِ امیں کے چاہیں تو الٹ دیں ابھی طبقوں کو زمیں کے
بچپن سے ہیں اللہ کی سرکار کے مالک
کونین کے مختار ہیں، تلوار کے مالک

وہ کون تھا، شمشیر جسے عرش سے آئی ۶۴ کفّار کے لشکر پہ ظفر کس نے ہے پائی
سر کس سے ہوئی خیبر و خندق کی لڑائی کس شخص نے ہے کفر کی بنیاد ہلائی
رائج ہوا دیں کس شہِ ذی جاہ کے گھر سے
بُت کس نے نکلوادیے اللہ کے گھر سے

اصنام پرستی کو زبوں کردیا کس نے ۶۵ سر لات کا، عُزّیٰ کا نگوں کردیا کس نے
اسلام کے رتبہ کو فزوں کردیا کس نے شیروں کا جگر خوف سے خوں کردیا کس نے
باطل کے سِوا حق کا کہو نام کہاں تھا
یہ دین، یہ آئین، یہ اسلام کہاں تھا

یہ فیض اسی گھر سے ہوا خلق میں جاری ۶۶ لازم ہے عداوت تمھیں یا شکر گزاری
نازل نہ کہیں ہو غضبِ ایزدِ باری چلتی ہے تو رکتی نہیں تلوار ہماری
ہم وہ ہیں کہ تنہا ہی ہزاروں سے لڑے ہیں
یہ صبر کے جوہر ہیں کہ خاموش کھڑے ہیں

سن کر یہ سخن کہنے لگے ظلم کے بانی ۶۷ مشہور ہے تم لوگوں کی اعجاز بیانی
بابا کے لئے کھوتے ہو کیوں اپنی جوانی تم پی لو پہ ہم دیں گے نہ شبیرؑ کو پانی
پانی نہ تمھیں دیں تو بڑی بے ادبی ہو
آتا ہے ہمیں رحم کہ ہم شکلِ نبیؐ ہو

اعدا سے یہ سن کر وہ دلاور ہوا برہم ۶۸ فرمایا کدھر دھیان ہے اے فرقۂ اظلم
بابا کو تو پانی نہ ملے اور پئیں ہم اکبرؑ کی جوانی ہے نثارِ شہِ عالم
حضرت سے کبھی جان کو پیارا نہ کروں گا
جینے کے لئے ننگ گوارا نہ کروں گا

لو میاں سے لیتا ہوں میں تلوار خبر دار ۶۹ اب گرتی ہے یہ برقِ شرر بار خبردار
عرصہ نہیں، چلتا ہے مرا وار خبردار آیا میں خبردار! خبردار! خبردار!
ان بازوؤں میں زور ہے خیبر شکنی کا
روکے مجھے دعویٰ ہے جسے تیغ زنی کا

لشکر کی صفیں آ کے نقیبوں نے جمائیں ۷۰ دریائے بلا خیز کی موجیں نظر آئیں
اس طرح نہ سطریں کبھی صفحے میں سمائیں تیغوں کی چمک تھی کبھی بالا کبھی پائیں
کثرت کے سبب سایہ کو جا گہ نہ کہیں تھی
لشکر کی صفیں تھیں کہ زمیں چیں بہ جبیں تھی

یوں ناریوں سے گرم ہوا قتل کا میداں ۷۱ ملبوسِ بدن پھینک کے تیغیں ہوئیں عُریاں
گرمی سے نکالے تھے زباں خنجرِ بُرّاں اور صورتِ اژدر تھیں سنانیں شررا فشاں
اُٹھا تھا دھواں یہ کہ سیہ رنگ علم تھے
پھل برچھیوں کے، آگ کے شعلوں سے نہ کم تھے

اطباقِ فلک گونجتے تھے فوج کے غل سے ۷۲ تھرّاتا تھا دل رعد کا آوازِ دُہل سے
خاروں کو جو کاوش تھی یداللہ کے گُل سے برگشتہ تھے ہم شکلِ شہنشاہِ رُسل سے
ہر صف سے چلے تیرِ ستم تشنہ دہاں پر
دو لاکھ جواں ٹوٹ پڑے ایک جواں پر

بڑھ بڑھ کے ستمگاروں نے بھالوں کو سنبھالا ۷۳ اور قبضے پہ ہاتھوں کو سواروں نے بھی ڈالا
تلوار کو اکبرؔ نے کمر سے جو نکالا دہشت سے ہوا عالمِ بالا تہ و بالا
غصّے میں جو ابنِ خَلَفِ شاہِ نجف تھا
اَلْعَظَمَۃُ للہ کا غل چارطرف تھا

۷۴
لشکر میں در آئے علی اکبرؑ صفتِ شیر بجلی سی چلی شام کے بادل پہ جو شمشیر
بے سر ہوئے سردار، زبردست ہوئے زیر لاشوں کے چپ وراس نظر آنے لگے ڈھیر
چیدہ جو بہادر تھے وہ بے دم ہوئے دم میں
دس بیس صفیں بچھ گئیں میدانِ ستم میں

۷۵
یوں تیغ نے سرناریوں کے تن سے اتارے جس طرح اُڑیں شعلۂ آتش کے شرارے
تلوار تھی، پر برق کے انداز تھے سارے اک ضرب سے مرتا تھا تو دس خوف کے مارے
قبضے میں اسی صاحبِ جوہر کے قضا تھی
آئی وہ اِدھر کو تو اُدھر جان ہوا تھی

۷۶
ایک ایک قدم سر پہ سر اور لاش پہ تھی لاش ہر وار پہ گردوں سے صدا آتی تھی شاباش
ٹھہرے نہ قدم اُن کے جو تھے برسرِ پُرخاش یوں چھپتے تھے جس طرح چھپے مہر سے خُفّاش
بجلی کی تڑپ فوج کو دکھلاتی تھی تلوار
مُند جاتی تھیں آنکھیں جو چمک جاتی تھی تلوار

۷۷
حلقے میں اگر مِل کے کمانداروں نے گھیرا رخ واں سے جگر گوشۂ سرور نے نہ پھیرا
فرمایا کہ ہاں وار کوئی روکے تو میرا مقتل میں ہُوا ابر کی ڈھالوں سے اندھیرا
مہلت نہ کسی کو ملی اس برقِ اجل سے
ہر شاخِ کماں قطع ہوئی تیغ کے پھل سے

۷۸
بجلی سا ہر اک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا تھا سایۂ زلفِ علی اکبرؑ اُسے کوڑا
سر کٹ کے گرا جس کا اسے ٹاپ سے توڑا ماتھے پہ لگے تیر پہ منہ اس نے نہ موڑا
اُڑتا ہوا یوں فوج کے انبوہ سے نکلا
معلوم ہوا کبکِ دری کوہ سے نکلا

یہ صف ہوئی پامال تو اُس صف میں در آیا ۷۹ طاؤسِ خیال اس سے نہ سُرعت میں بر آیا
یاں سے جو گیا واں تو اُدھر سے اِدھر آیا نظروں سے چھُپا گاہ، تو گاہے نظر آیا
اُڑنے میں مہک گُل کی تنِ صاف سے آئی
ہر غول میں غل تھا کہ پری قاف سے آئی

کیا عزم تھا اللہ رے جری، واہ ری ہمّت ۸۰ لڑنے میں نظر آئی جدھر تیروں کی کثرت
پہنچا وہیں وہ شیرِ نیستانِ شجاعت تلوار میں تھی برقِ جہاں سوز کی خصلت
اعدا کو سنبھلنے کی بھی فرصت نہ ذرا دی
معلوم ہوا آگ نیستاں میں لگادی

اس صف سے کمانداروں پہ آیا جو پلٹ کر ۸۱ چلّوں کو جفا کیش لگے کھینچنے ہٹ کر
صفدر نے کیا وار جو گھوڑے کو ڈپٹ کر نیزوں کی طرح تیر قلم بن گئے کٹ کر
کچھ ہو نہ سکا جنگ میں ناوک فگنوں سے
قبضوں سے کمانیں تھیں جدا، ہاتھ تنوں سے

ہر سُو صفتِ برقِ اجل جاتی تھی تلوار ۸۲ گہ سر پہ، کبھی زیرِ بغل جاتی تھی تلوار
جل جاتا تھا جس غول پہ چل جاتی تھی تلوار ہر صف کو قلم کر کے نکل جاتی تھی تلوار
دِل فوج کا جلتے ہوئے صحرا سے نہ کم تھا
میدانِ ستم آگ کے دریا سے نہ کم تھا

اُس تیغ سے جو چار ہوا، تھا وہ دوپارا ۸۳ اور بچ گیا جو اُس کو ملی عمر دوبارا
غل تھا کہ سوا بھاگنے کے اب نہیں چارا صحرا میں چلو چھوڑ کے دریا کا کنارا
عالم کے ڈبو دینے کا سامان کیا ہے
آبِ دمِ شمشیر نے طوفان کیا ہے

اکثر جو صفِ جنگ میں بڑھ بڑھ کے لڑے تھے ۸۴ جانوں کو چھپائے ہوئے وہ در پہ کھڑے تھے
رعب اُن پہ چھایا تھا بہادر جو بڑے تھے زندہ تھے، مگر فوج کے مُردوں میں پڑے تھے
بازارِ سلاحِ حربی رن کی زمیں تھی
نیزہ کہیں، خنجر کہیں، تلوار کہیں تھی

دہشت سے نگوں تھے علمِ لشکرِ بے پیر ۸۵ تھا ہاتھ میں نیزوں کے بھی رعشہ صفتِ پیر
منہ موڑ کے عاری ہوئی ہر شام کی شمشیر گوشوں میں کہیں نیزے تھے، ترکش میں کہیں تیر
تیغیں کہیں ہنگامِ زدوکُشت نہاں تھیں
ڈھالیں بھی سواروں کی پسِ پُشت نہاں تھیں

پہنچی جو چمک کر کسی ظالم کی سپر تک ۸۶ بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسئہ سر تک
اللہ ری صفائی نہ ہوئی اس کو خبر تک یہ سر سے گئی سینے پہ، سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کر کے زرہ کو
جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

صف برچھیوں والوں کی لبِ نہر کھڑی تھی ۸۷ چلتی تھی اِدھر تیغ، اُدھر آنکھ لڑی تھی
سر کھولے ہوئے ڈیوڑھی پہ ماں غش میں پڑی تھی فریاد کا تھا شور، قیامت کی گھڑی تھی
یہ دردِ جگر تھا کہ نہ اٹھ سکتے تھے شبیرؑ
دل تھامے ہوئے رن کی طرف تکتے تھے شبیر

چلّاتی تھی زینبؑ کہ مِرا لال کدھر ہے ۸۸ لوگو علی اکبرؑ کی کسی کو بھی خبر ہے
دو روز کے فاقے سے ہے اور تشنہ جگر ہے اعدا میں کہیں گھر نہ گیا ہو مجھے ڈر ہے
بچّے پہ مِرے لشکرِ کیں ٹوٹ پڑے گا
اس دھوپ میں کب تک وہ ہزاروں سے لڑے گا

نکلا ہے دمِ صبح سے، دن ڈھل گیا ہے ہے ۸۹ وقت اس کے تو آرام کا بھی ٹل گیا ہے ہے
مظلوم پہ کیا وار کوئی چل گیا ہے ہے اب کھینچتی ہوں آہ، جگر جل گیا ہے ہے
بکھرائے ہوئے بال چلی جاؤں گی رن میں
میں اس کے عوض تیر وسناں کھاؤ گی رن میں

زینبؑ کی صدا سن کے اٹھی بانوئے ناشاد ۹۰ چلّائی ارے بی بیو کیسی ہے یہ فریاد
چلتے ہیں مرے لعل پہ کیا نیزۂ بیداد گھر کس کا لٹا، کس کی کمائی ہوئی برباد
کیوں خاک پہ زینبؑ نے ردا پھینکی ہے سر سے
میں ساتھ چلوں گی جو نکلتی ہیں وہ گھر سے

وہ غم سے جو مضطر ہیں تو گھبرائی ہوں میں بھی ۹۱ اکبرؑ کی وہ عاشق ہیں تو شیدائی ہوں میں بھی
وہ دد رسیدہ ہیں، تو دکھ پائی ہوں میں بھی فرزند تو اُن کا ہے مگر دائی ہوں میں بھی
جس چیز پہ ہٹ کی ہے وہی لے کے ٹلے ہیں
چھاتی پہ مِری سوئے ہیں، گودی میں پلے ہیں

دیکھا یہ تلاطم تو پکارے شہِ والا ۹۲ باتّو ابھی لڑتا ہے ترا گیسوؤں والا
ہم نے بھی تو ہے اپنے کلیجے کو سنبھالا آزردہ وہ ہوگا جو قدم گھر سے نکالا
میداں میں سواروں سے تو لڑ بھڑ کے پھرے ہیں
سنتا ہوں کہ اب برچھیوں والوں میں گھرے ہیں

اتنے میں بجا طبل، پکارے ستم آرا ۹۳ لو احمدِ مختار کے ہم شکل کو مارا
یہ سنتے ہی شہ کو نہ رہا ضبط کا یارا سر پیٹ کے چلّائے کہ ہے ہے مِرا پیارا
دوڑے، پہ نہ میدان، نہ ڈیرا نظر آیا
دن تھا مگر اس وقت اندھیرا نظر آیا

سیماب سا سینے میں تڑپنے جو لگا دل ۹۴ گر گر کے کئی بار اٹھے صورتِ بِسمِل
تھک کر کبھی بیٹھے، کبھی اُٹھے شہِ عادل برچھی تو لگی لعل کے، خود ہو گئے گھائل
تھرّاتے ہوئے زخمیوں کی چال سے پہنچے
لاشِ علی اکبرؑ پہ عجب حال سے پہنچے

دو بیبیاں خیمے سے نکل آئیں کھُلے سر ۹۵ بکھرے ہوئے تھے بال، نہ برقع تھا، نہ چادر
چلّاتی تھیں سر پیٹ کے ہاتھوں سے برابر ہے ہے علی اکبرؑ، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
اک چاک گریبان تو اک خاک بسر تھی
شہ کو خبر اُن کی، نہ اُنھیں شہ کی خبر تھی

اک کہتی تھی صدقے ترے اے گیسوؤں والے ۹۶ اک کہتی تھی قربان مِری گود کے پالے
جینے کے جوانی میں تمھیں پڑ گئے لالے ٹھہرو کہ یہ ماں چھاتی سے برچھی کو نکالے
ہے ہے یہ قبا خون میں سب بھر گئی بیٹا
تم زخمی ہوئے کیا کہ پھوپی مر گئی بیٹا

تھا تیری دلھن لانے کا اکبرؑ مجھے ارماں ۹۷ تقدیر نے بے آس کیا مجھ کو مری جاں
واری تری اس چاندسی چھاتی کے میں قرباں سہرا بھی نہ باندھا کہ ہوئے خون میں غلطاں
لاشے پہ ترے اشکوں سے منہ دھونے کو آئی
تم مجھ کو نہ روئے، میں تمھیں رونے کو آئی

تم مر گئے، میں مر نہ گئی ساتھ تمھارے ۹۸ ہے ہے مرے دلبر، مرے جانی، مرے پیارے
تم بھی نہ رہے، عونؑ و محمدؑ بھی سدھارے اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے
آرام بہت کم مِری قسمت میں لکھا تھا
پیری میں یہ ماتم مِری قسمت میں لکھا تھا

۹۹ کیوں گھر سے نکل آئیں تم اے زینبِ پُرغم مل کر کفِ افسوس پکارے شہِ عالم
برچھی تو لگی لعل کو، پردے میں رہیں ہم بانوؑ نے کہا روکے یہ ایسا نہیں ماتم
مِلنے کو نہ ہم شکلِ پیمبرؐ سے نکلتے
دم تن سے نکلتا تو نہ ہم گھر سے نکلتے

۱۰۰ یہ جیتے تو میں گھر سے نکل سکتی تھی باہر؟ ہے ہے مری بستی ہوئی تاراج، لٹا گھر
بیٹھوں گی میں جس بن میں رہیں گے علی اکبرؑ لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر
سنسان مکان ان کا نظر آئے نہ مجھ کو
اب گھر میں کوئی پھیر کے لے جائے نہ مجھ کو

۱۰۱ کب نکلی ہوں، کون آیا ہے گھر سے مِرے ہمراہ زینبؑ نے کہا مجھ کو خبر کچھ نہیں یا شاہ
جیتے ہیں کہ دنیا سے گئے اکبرِ ذی جاہ پہلو میں یہ کس بی بی کا ہے نالۂ جاں کاہ
سمجھاتے ہیں کیا اب کہ سنائی نہیں دیتا
لاشہ مجھے اکبرؑ کا دکھائی نہیں دیتا

۱۰۲ مرجائے گی اب خاک سے زینبؑ کو اٹھاؤ بانوؑ سے کہا شاہ نے آنسو نہ بہاؤ
تم کو علی اکبرؑ کی قسم خیمے میں جاؤ لو میری عبا اوڑھ کے چہرے کو چھپاؤ
لاتا ہوں میں اس صاحبِ اقبال کا لاشہ
رکھ سکتا ہے یاں کوئی مِرے لال کا لاشہ

۱۰۳ لپٹے شہِ دیں گر کے اُدھر لاشِ پسر سے وہ گھر میں چلیں حکمِ شہِ جنّ و بشر سے
جنت کو روانہ ہوئے آغوشِ پدر سے ہم شکلِ نبیؐ کھینچ کے اک آہ جگر سے
چھاتی سے لگا کر پسرِ ماہ جبیں کو
اس درد سے روئے کہ غش آیا شہِ دیں کو

خاموش **انیسؔ** آگے نہ کہہ لاش کا جانا ۱۰۴ پہنچائے گا کوثر پہ یہ رونا، یہ رلانا
افسوس کہ فرصت نہیں دیتا ہے زمانہ ہے ذاتِ خدا قادر و قیّوم و توانا
رکھ اُس پہ نظر، تنگ نہ ہو کثرتِ غم سے
مطلب ترے بر لائے گا وہ اپنے کرم سے